باہمی خانہ جنگیوں اور غیر مطمئن زندگی سے سخت تنگ آچکے اور بیزار ہو چکے تھے اس بنا پر اب مستقبل کے افق پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر قیادت اسلام کی صورت میں ایک نئی طاقت وقوت ابھرتی ہوئی نظر آئی تو اس سے متاثر ہونا اور قریش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جنگ کی صورت میں کم از کم غیر جانبدار رہنا امن کے لئے طبیعت کا ایک تقاضا تھا۔

یہود سے معاہدہ | قبائل مذکورہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے بھی معاہدہ کیا اس میں اختلاف ہے کہ یہ معاہدہ کب ہوا تھا؟ ولہاسن (Wellhausen) کا خیال ہے کہ یہ معاہدہ غزوۂ بدر کے بعد ہوا تھا لیکن ہوبرٹ گرم (Hubert Grimme) اور پروفیسر کیتانی (Caetani) دونوں کی رائے ہے کہ یہ واقعہ بدر سے پہلے کا ہے[1]۔ اور ہمارے نزدیک صحیح اور اقرب الی الصواب یہی ہے۔ اصل یہ ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ معاہدہ کی بعض دفعات میں جہاد فی سبیل اللہ اور قریش کے برسر پرخاش ہونے کا تذکرہ ہے اس سے ولہاسن نے قیاس کیا ہے کہ معاہدہ بدر کے بعد واقع ہوا ہے۔ حالانکہ ان دفعات میں اُن واقعات کا بر سبیل حفظ ماتقدم تذکرہ کیا گیا ہے جن کا وقوع مستقبل میں متوقع ہے، چنانچہ پروفیسر کیتانی نے اس بنیاد پر ولہاسن کے خیال کی تردید کی ہے علاوہ ازیں جیسا کہ پروفیسر مونٹگمری نے لکھا ہے اس دستاویز میں مسلمانوں اور یہودیوں کو ایک قوم (امۃ واحدۃ) کہا گیا ہے، یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ بدر سے پہلے کا ہے۔

دستاویز معاہدہ | اگرچہ یہ سیاسی دستاویز سینتالیس (۴۷) دفعات پر مشتمل اور بہت طویل ہے، لیکن چونکہ بہت اہم ہے اس لئے ہم بجنسہ اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) یہ ایک تحریر ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے قریش کے مومنوں اور مسلمانوں کے درمیان

(1) Mohammad in Madina, P. 225, 226.

اور اہل یثرب کے اور ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں، ان سے ملحق ہوں اور جو ان کے ساتھ جہاد کریں۔

(۲) یہ سب لوگ اور لوگوں کو مستثنیٰ کر کے ایک قوم (امتہ واحدۃ) ہیں۔

(۳) مہاجرین قریش اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہمی طور پہلا اپنا خون بہا ادا کریں گے اور وہ (بحیثیت ایک جماعت کے) اپنے قیدیوں کا فدیہ، راستبازی اور عدل بین المومنین کے ساتھ ادا کرینگے۔

(۴) بنو عوف حسب سابق اپنا پہلا خون بہا ادا کرینگے اور ہر شاخ معروف اور عدل بین المومنین کے ساتھ اپنے قیدیوں کا زر فدیہ ادا کریگی۔

(۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) خزرج کے بنو الحارث، بنو ساعدۃ، بنی جشم، بنو النجار، بنو عمرو ابن عوف، بنو النبیت اور بنو الاوس یہ سب دفعہ نمبر ۳ کے مطابق اپنا اپنا خون بہا اور قیدیوں کا زر فدیہ ادا کریں گے۔

(۱۱) مومنین اپنے کسی قرضخواہ کو زر فدیہ یا خون بہا ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرینگے۔

(۱۲) کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولیٰ (آزاد کردہ) کو اسکی اجازت کے بغیر اپنا حلیف نہیں بنائیگا۔

(۱۳) اللہ سے خوف کرنیوالے مومنین متحدہ طور پر اس ہر شخص کے خلاف ہونگے جو انمیں سے ظلم و زیادتی کریگا، یا کسی معصیت اور مومنین کے درمیان فساد انگیزی کا مرتکب ہوگا، اگرچہ یہ شخص الکا بیٹا ہی ہو۔

(۱۴) کوئی مومن کسی مومن کو کسی کافر کی وجہ سے قتل نہیں کریگا اور نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

(۱۵) اللہ کی حفاظت سب کے لئے یکساں ہے، ہمسائگی کی پناہ مومنین کے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کیلئے بھی ہے، اور مومنین اور لوگوں کو مستثنیٰ کر کے باہم دگر ایکدوسرے کے معاون اور مددگار ہونگے۔

(۱۶) یہود میں سے جو لوگ ہمارے تابع ہونگے ان کی مدد کی جائیگی اور ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو مومنین کے ساتھ کیا جائیگا۔ نہ ان پر ظلم کیا جائیگا اور نہ ان کے برخلاف ان کے دشمن کو مدد دی جائیگی۔

(۱۷) مؤمنین کا نظام امن ایک ہے، جہاد فی سبیل اللہ کے معاملہ میں کوئی ایک مومن دوسرے مومن کو نظر انداز کرکے صلح نہیں کریگا۔ مگر ہاں سب مؤمنین کی مرضی اور عدل کی اساس پر صلح ہو سکتی ہے۔

(۱۸) ہمارے ساتھ مل کر جو جماعتیں جنگ میں حصہ لیں گی وہ نوبت بنوبت حصہ لے سکتی ہیں۔

(۱۹) جو مومن اللہ کے راستے میں اپنی جان دینگے ان کا انتقام لینے کا حق مومنین کو باہمدگر ہوگا۔

(۲۰ الف) اللہ سے خوف کرنے والے مومنین بہترین ہدایت اور راستبازی پر قائم رہیں گے۔

(۲۰ ب) کوئی مشرک قریش سے کسی شخص کی ذات یا اس کے مال کو پناہ نہیں دیگا اور نہ مومن کے خلاف اس کی مدد کریگا۔

(۲۱) اگر کوئی مؤمن کو ناحق قتل کریگا اور اس کا ثبوت بھی موجود ہوگا تو اس سے قصاص لیا جائیگا، مگر ہاں اگر مقتول کے ورثاء رضامند ہوں تو اس کا خون بہا بھی لیا جا سکتا ہے بہرحال مومن سب قاتل کے خلاف ہونگے، اور ان کے لئے یہی جائز ہے۔

(۲۲) جو مومن اس دستاویز کے مندرجات کا اعتراف کرتا اور اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی فتنہ گر کی مدد کرے یا اس کو ٹھکانہ دے، اور جو ایسا کریگا اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا۔ اور اسکے بدلے میں اس سے کوئی چیز قبول نہیں کی جائیگی۔

(۲۳) تم جب کبھی کسی معاملہ میں اختلاف کروگے تو اس کا فیصلہ اللہ اور محمدؐ سے کرانا ہوگا

یہاں تک دستاویز میں ان تعلقات کا تذکرہ تھا جو مسلمانوں اور اہل یثرب کے درمیان تھے اور جن میں یہود بھی شامل تھے، اب اس کے بعد کا جو حصہ ہے وہ یہود کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

(۲۴) یہود مومنین کے ساتھ خرچ کرینگے جب تک وہ (مسلمان) برسر جنگ رہینگے

(۲۵) بنو عوف قبیلہ کے یہود اور مومنین ایک قوم ہیں، یہود کے لئے ان کا دین ہے

اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین۔ اس میں جو جس کا مولی (clients) ہے اس کا حکم بھی وہی ہے۔ مگر وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ظلم یا کسی معصیت کا ارتکاب کریں، ایسے لوگ اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کے لئے ہی ہلاکت کا باعث ہونگے۔

(۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) یہود بنو النجار۔ یہود بنو الحارث، یہود بنو ساعدہ۔ یہود بنو جُشَم، یہود بنو الاوس ان سب کے لئے وہی حقوق و مراعات ہونگے جو یہود بنو عوف کیلئے ہیں۔

(۳۱) یہود بنو ثعلبہ کے لئے وہی حقوق و مراعات ہیں جو یہود بنو عوف کے لئے ہیں مگر ہاں! ان میں جو شخص ظلم کریگا یا معصیت کا مرتکب ہوگا وہ خود اپنے نفس کو اور گھر والوں کو ہی ہلاک کریگا۔

(۳۲) جفنہ جو ثعلبہ کی ایک شاخ ہے اون کا حال ثعلبہ جیسا ہوگا۔

(۳۳) بنو شطیبہ کے لئے وہی حقوق و مراعات ہیں جو بنو عوف کے لئے ہیں اور انکا دارومدار نیکی (بر) پر ہے نہ کہ معصیت پر۔

(۳۴) موالی ثعلبہ بھی انھیں جیسے ہوں گے۔

(۳۵) یہود کے عزیز قریب اور ان کے دوست احباب (لبطانہ) جو ان سے نسلی رشتہ نہیں رکھتے ان کے حقوق اور مراعات بھی وہی ہوں گے جو یہود کے ہیں۔

(۳۶) جو لوگ ایک امت میں داخل ہیں ان میں کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اجازت کے بغیر کسی سے جنگ نہیں کریگا۔

(۳۶ ب) البتہ ہاں! اگر کسی کو کوئی زخم پہنچا ہے تو اس کو انتقام لینے کی اجازت ہے اور جو کوئی شخص بے سوچے سمجھے کوئی کام کریگا اس کے لئے وہ خود اور اسکے گھر کے لوگ ذمہ دار ہونگے۔ مگر ہاں اس وقت نہیں جب کہ اس شخص پر ظلم کیا گیا ہو اللہ اس دستاویز کا سب سے زیادہ سچا گواہ اور اسے پورا کرنے والا ہے۔

(۳۷) یہود اپنا خرچ اٹھائیں گے اور مسلمان اپنا خرچ اٹھائیں گے اور جن لوگوں کا ذکر اس دستاویز

میں ہے ان سے اگر کوئی گروہ جنگ کریگا تو ان کے برخلاف یہود اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کی مدد کرینگے، اور یہود اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خیراندیشی، خیرسگالی اور نیکی کا معاملہ کرینگے، نہ کہ معصیت کا۔

(۳۷ ب) کوئی شخص اپنے حلیف کی معصیت کے باعث ماخوذ نہیں ہوگا اور مظلوم مدد کا مستحق ہوگا۔

(۳۸) جب تک مسلمان جنگ جاری رکھیں گے مسلمانوں کے ساتھ یہود بھی اسکا خرچ اٹھائیں گے۔

(۳۹) جو قبیلے اس دستاویز میں شریک ہیں ان کے لئے یثرب حرم ہے۔

(۴۰) پڑوسی کا حق وہی ہے جو اس شخص کا ہے جس کے پڑوس میں وہ ہے، بشرطیکہ وہ نقصان نہ پہونچائے اور معصیت کا مرتکب نہ ہو۔

(۴۱) کسی عورت کو اس کے متعلقین کی اجازت کے بغیر پناہ نہ دی جائیگی۔

(۴۲) اس دستاویز کے لوگوں میں جب کبھی کوئی اختلاف یا نزاع ہوگا تو اس معاملہ میں اللہ اور محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اللہ اس دستاویز کا سب سے زیادہ سچا گواہ اور اس کی نگرانی کرنیوالا ہے۔

(۴۳) قریش یا ان کے اعوان و انصار کو پناہ نہیں دی جائیگی۔

(۴۴) جو گروہ یثرب پر حملہ کریگا اسکے برخلاف اس دستاویز کے سب لوگ ایک دوسرے کی مدد کرینگے

(۴۵) جب ان کو صلح کی دعوت دیجائیگی تو بہ صلح قبول کرینگے اور اسے نافذ کرینگے اور جب اہل صحیفہ میں سے کوئی خود صلح کی دعوت دیگا تو اس کو ایسا کرنے کا حق ہوگا اور مسلمانوں پر اس کی پابندی لازمی ہوگی۔ مگر ہاں اس وقت نہیں کہ جب کہ جنگ دین کے لئے ہو۔

(۴۵ ب) تمام لوگوں کو (جنگ میں) اپنا وہ حصہ پورا کرنا ہوگا جو ان کی طرف نکلے۔

(۴۶) قبیلۂ اوس کے یہود اور ان کے موالی کے حقوق اور مراعات وہی ہونگے جو اس صحیفہ (دستاویز) کے لوگوں کے ہیں، بشرطیکہ وہ نیکی کے راستے پر گامزن رہیں۔ معصیت کوش آدمی خود اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے اور اللہ اس صحیفہ کا سب سے زیادہ سچا گواہ ہے۔

(۴۷) یہ دستاویز کسی ظالم یا بدانسان کو پناہ نہیں دیگی، جو شخص مدینہ سے باہر جائے یا مدینہ میں رہے وہ محفوظ ہے، مگر ظالم یا بدانسان کے لئے کوئی پناہ نہیں، بے شک اللہ اور محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کے لئے پناہ ہیں جو نیک اور متقی ہیں [۵۱]

مدینہ کی پہلی اسٹیٹ | تعجب ہے کہ ابن اسحاق، ابن ہشام اور ابن کثیر کے علاوہ مؤرخین سیرت نے اس دستاویز کے ساتھ زیادہ اعتنا نہیں کیا/ انھوں نے سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں کیا ہے تو جزوی اور ضمنی طور پر، حالانکہ یہ اس اعتبار سے نہایت اہم ہے، جیسا کہ مستشرقین میں پروفیسر ڈلہاوزن اور پروفیسر منٹگمری نے اور محققین علمائے اسلام میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے۔ یہ پہلا موقعہ ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اسٹیٹ قائم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ اسکو فیڈرل یعنی وفاقی ریاست کہتے ہیں جس کے صدر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے [۵۲] اور یہ دستاویز اس مملکت کا دستور (Constitution) تھا جس کی رو سے شہر مدینہ ایک حرم اور سیاسی وحدت یا ایک شہری مملکت قرار دیا گیا۔

چند تنقیحات | اس سلسلے میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں، ان کا جواب دینا ضروری ہے

(۱) پہلا سوال یہ ہے کہ اس دستور میں یہود کے تمام قبیلوں کا ذکر ہے لیکن ان کے تین مشہور قبائل بنو النضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ کا ذکر نہیں ہے، اس کی کیا

---

[۵۱] الوثائق السیاسیۃ۔ ڈاکٹر محمد حمید ص ۱۔۴۷

[۵۲] ۔ الوثائق السیاسیۃ ص ۲۰۰ و عہد نبوی کے میدان جنگ ص ۲۰۔

وجہ ہے؟ کیا یہ قبیلے معاہدہ میں شریک نہیں تھے، جواب یہ ہے کہ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔ ان تینوں قبیلوں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاہدہ تھا چنانچہ علامہ ساعاتی لکھتے ہیں :۔

وقد كان الكفار بعد الهجرة مع النبي صلى الله عليه وسلم على ثلاثة اقسام، قسم وادعهم على ان لا يحاربوه ولا يالبوا عليه عدوه وهم طوائف اليهود الثلاثة، قريظة والنضير وبنو قينقاع (حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ۔ ج ۲۱ ص ۸۷ ۔

ہجرۃ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ رکھنے والے کفار تین قسم کے تھے، ان میں ایک قسم ان لوگوں کی تھی جن سے حضورؐ نے اس بات کا معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ سے جنگ نہیں کریں گے اور نہ آپ کے دشمن کو شہ دیں گے اور یہ لوگ یہود کے تین طبقے قریظہ، النضیر اور بنو قینقاع تھے ۔

لیکن اس کے باوجود زیر بحث دستاویز میں ان کے نام جو نہیں ہیں تو ہمارے نزدیک جیسا کہ پروفیسر منٹگمری نے لکھا ہے، یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستور میں یہود کی گروپ بندی ان عرب قبائل کے اعتبار سے کی ہے جن کے علاقوں میں یہ رہتے تھے۔ اس بنا پر بنو النضیر اور بنو قریظہ اوس اور ثعلبہ کے یہود میں شمار ہوں گے، کیونکہ یہ لوگ ان کے درمیان رہتے تھے[1] اب رہے بنو قینقاع! تو چونکہ یہ بھی ان دونوں کے بیچ میں رہتے تھے[2] اس لئے یہ بھی ان میں شامل ہوں گے، علاوہ ازیں جب معاہدہ کے شروع میں ہی اہل یثرب فرما دیا گیا تو یہ تینوں قبیلے بھی اس میں آگئے۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستاویز میں مدینہ کو حرم فرمایا ہے اسکی کیا حقیقت ہے؟ اسکی توضیح میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں :۔

حرم کی اصطلاح ایک نیم مذہبی اور نیم سیاسی مفہوم رکھتی ہے، .....

(1) Mohammad in Madina P. 226-227

(۲) تاریخ العرب قبل الاسلام جواد علی ج ۴ صفحہ ۱ ۔

اس کا مذہبی مفہوم یہ تھا کہ وہاں کی ہر چیز کو ایک تقدس حاصل ہے۔ وہاں کے چرند پرند کا شکار نہ کیا جائے، وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں، وہاں خونریزی نہ کی جائے اور وہاں آنیوالوں کو دورانِ قیام میں امن اور پناہ میں سمجھا جائے خواہ وہ مجرم ہی کیوں نہ ہو، حرم کا سیاسی مفہوم یہ تھا کہ وہ اس شہری مملکت کی حدود کا تعین کرتا تھا۔ لہ

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ یہ عہد نامہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے، یا مختلف اوقات میں جستہ جستہ ہوا ہے۔ اس میں کافی اختلاف ہے، لیکن ہمارے نزدیک زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ معاہدہ مختلف اوقات میں ہوا ہے اور ابن اسحق نے ان سب معاہدوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں بعض دفعات مکرر ہو گئی ہیں۔

سریہ اور اوس کی حقیقت اب جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندرونی مسائل و معاملات کی تنظیم و ترتیب اور داخلی تحفظات کے انتظام و انصرام سے فارغ ہو گئے تو آپ نے وقت کے سب سے اہم مسئلہ یا قریش کی طرف توجہ کی، اس سلسلہ میں آپ کا پہلے سے سوچا اور سمجھا ہوا منصوبہ یہ تھا کہ قریش کی تجارتی لائن کو منقطع کر دیا جائے۔ یہ وہی چیز ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں معاشی اور اقتصادی مزاحمت (Economic Blockade) کہتے ہیں۔ قریش کی طاقت و قوت کا دارومدار جو کچھ تھا وہ تجارت اور نہایت وسیع پیمانہ پر کاروبار تھا اور شام و ایران وغیرہ جانے کے لئے قریش کے تجارتی قافلوں کا مدینہ کے راستے سے گذرنا ضروری تھا جس پر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ تھا اور اقتصادی مزاحمت (Economic Blockade) کا مقصد کہیں بھی ابتداءً جنگ شروع کر دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ دشمن کو تنگ اور

---

(۱) عہد نبوی کے میدان جنگ صـ۲۰ـ

پریشان کرکے اوس کو اس معاندانہ روش سے باز رکھنا ہوتا ہے جو اوس نے اختیار کر رکھی ہے ۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ آپ اقتصادی مزاحمت کی جو مہم شروع کرنے والے ہیں اس کے نتیجے دو ہی ہو سکتے ہیں ۔

(۱) ایک یہ کہ قریش تنگ آکر اور پریشان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہونگے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کے خلاف اپنی معاندانہ روش سے باز آجائیں گے اور آزادی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے آپ کے حق کو تسلیم کرلیں گے (۲) اور دوسرا یہ کہ قریش اس اقتصادی مزاحمت کو اعلان جنگ سمجھ کر برسرِ پیکار ہونگے ۔

اقتصادی مزاحمت کے نتیجے اگرچہ دونوں ہو سکتے تھے ۔لیکن بدر کی جنگ جس طرح اچانک شروع ہوئی اور مسلمان اس میں جس بے سروسامانی کے عالم میں شریک ہوئے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحانِ خاطر پہلے نتیجہ کی طرف تھا اور آپ کو توقع تھی کہ قریش مجبور ہو کر صلح کرلیں گے اور اپنی حرکات سے باز آجائیں گے ۔

بہرحال اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "سرایا" مقرر کئے ، سرایا جمع سریہ کی ہے اور اس کا مادۂ اشتقاق "سریٰ" ہے جس کے معنی رات کو چلنا اور سفر کرنا ہیں۔ مؤرخین سیرت نے غزوہ اور سریہ دونوں کو خلط ملط کر دیا اور سریہ پر بھی بے تکلف غزوہ کے لفظ کا اطلاق کر دیتے ہیں ، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے ۔ غزوہ کے معنی جنگ ہیں جو دن کے وقت اور دو بدو ہوئی ہے اور اس میں دشمن سے کھلا مقابلہ ہوتا ہے ، اس کے برخلاف سریہ کا کام اور اس کی نقل و حرکت پوشیدہ ہوتی ہے ۔ سریہ کا ٹھیٹ ترجمہ اور اس کی حقیقت وہ ہے جو انگریزی میں لفظ Reconnaissance کی ہے اور جسے ہم اردو میں "گشتی دستہ" یا "چھاپہ مار دستہ" کہہ سکتے ہیں۔ اس دستہ کے مقاصد حسب ذیل تھے :۔

(۱) دشمن کی نقل و حرکت کی خبر رکھنا اور ان کی ٹوہ لینا۔

(۲) جاسوسی کرنا۔

(۳) بے خبری میں دشمن پر چھاپہ مارنا۔

(۴) جو لوگ فتنہ انگیزی اور فساد پروری کر رہے ہوں ان کی سرزنش کرنا۔

ان مقاصد کے ماتحت سریہ کے لوگوں کی تعداد متعین نہیں تھی، اس کا انحصار اس مقصد پر تھا جس کے لئے سریہ بھیجا جاتا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رجب ۲ھ میں حضرت عبداللہؓ بن جحش کی سرکردگی میں جو دستہ بھیجا گیا تھا اس میں حسب روایات کم از کم سات اور زیادہ سے زیادہ بارہ آدمی تھے۔ پھر علی الترتیب اسی سنہ کے ماہ رجب اور شعبان میں عصماء اور ابوعفک کی سرکوبی کے لئے جو دستے بھیجے گئے وہ صرف ایک ایک شخص یعنی عمیرؓ اور سلیمؓ پر مشتمل تھے۔ ۳ھ میں بماہ ربیع الاول کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے لئے جو دستہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کی سرکردگی میں گیا تھا وہ پانچ افراد پر مشتمل تھا غرض کہ سرایا کا اسی حیثیت سے جائزہ لیجئے تو ایک سریہ میں آپ کو کہیں تھوڑے اور کہیں زیادہ افراد ملیں گے سب سے بڑا سریہ غالباً وہ ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی سرکردگی میں قریش کے کاروانِ تجارت کی ٹوہ میں ۲ھ کے ماہ صفر میں ابوا لے گئے تھے۔ اور جس کو مورخین و ارباب سیرت عام طور پر غزوہ ابوا یا غزوہ ودان[۱] کے نام سے ذکر کرتے

[۱] ابوا اور ودان مدینہ سے مکہ کے راستے پر دو گاؤں تھے۔ یاقوت حموی کے بیان کے مطابق ان دونوں میں آٹھ میل کا فاصلہ تھا۔ ودان میں قبیلہ ضمرہ، غفار اور کنانہ آباد تھے۔

صراطِ مستقیم (انگریزی)

دی بلینڈ فیس کے نام سے انگریزی زبان میں اسلام کی صداقت پر ایک معزز یوروپین نو مسلمہ خاتون کی یہ مختصر اور بہت اچھی کتاب۔ محترم خاتون نے اپنے اسلام قبول کرنے کے مفصل وجوہ بھی تحریر کئے ہیں۔ یہ ایڈیشن نہایت اہتمام سے صحت کے ساتھ طبع کرایا گیا ہے۔ جلد خوبصورت (فل کلاتھ بائنڈنگ) قیمت [illegible] روپے۔

ہیں۔ اس سریہ میں ساٹھ افراد شامل تھے [۱]

غزوات وسرایا کی تعداد غزوات وسرایا کی تعداد کیا تھی؟ اس بارہ میں اختلاف ہے امام احمد بن حنبل نے ان سب روایات کو یکجا کر دیا ہے اور ابن سعد نے بالترتیب انھیں نام بنام لکھا ہے لیکن ہمارے زمانے کے علمائے محققین کا جس پر اتفاق ہے اور جو ابن سعد کے بیان پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ وہ غزوات جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے ہیں ان کی تعداد ستائیس ۲۷ ہے۔ ان میں سے سات غزوات میں آپؐ نے خود جنگ میں بھی حصہ لیا ہے، ان کے نام یہ ہیں:۔

بدر۔ احد۔ المریسیع۔ خندق۔ قریظہ۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین اور الطائف اور جو دستے اور سرایا آپ نے روانہ کئے ہیں۔ وہ گنتی میں سینتالیس ۴۷ ہیں۔

"لیکن یہاں دو باتیں ملحوظ خاطر رکھنے کی ہیں"

(۱) ایک یہ کہ اوپر جن کو غزوات یا سرایا کہا گیا ہے ضروری نہیں کہ اون سب میں جنگ اور قتل وقتال کی نوبت آئی ہو۔ مثلاً فتح مکہ صلحاً ہوا ہے نہ کہ عنوۃً، اور سرایا میں تو ایک دو نہیں، بلکہ اس کی مثالیں کثرت سے ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ لینے کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے فوجوں کی کمان (Command) اور ان کی قیادت اور صفوں کی ترتیب وغیرہ کی ہے،

---

[۱] واضح رہنا چاہئے کہ یہ ہماری ذاتی رائے ہے، ورنہ ہمیں معلوم ہے کہ کتب تاریخ وسیر میں ساٹھ سے زیادہ افراد پر مشتمل دستہ پر بھی سریہ کا اطلاق کیا گیا ہے مثلاً ۸ھ میں غزوہ سیف البحر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی سرکردگی میں تین سو آدمیوں کا جو لشکر بھیجا تھا ارباب سیر نے اس کو بھی کہیں غزوہ کہا ہے اور کہیں سریہ کہا ہے۔ حالانکہ درحقیقت نہ وہ غزوہ ہے اور نہ سریہ، بلکہ وہ ایک فوجی دستہ تھا جو (صلح حدیبیہ کے بعد) قریش کے کاروان تجارت کی قبیلۂ جہینہ سے حفاظت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس قسم کے دستوں کے لئے صحیح لفظ "بعوث" ہے جو سیرت کی بعض کتابوں میں مستعمل بھی ہوا ہے۔

ورنہ آپؐ کی شانِ رحمۃ للعالمین کا یہ بھی ایک عجیب قدرتی مظاہرہ ہے کہ اتنی لڑائیاں ہوئیں، سخت سے سخت معرکے پیش آئے۔ لیکن کہیں کسی روایت سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے کسی دشمن پر تلوار اٹھائی یا اسے قتل کیا ہو، غزوۂ احد میں نصیبِ دشمناں کیا کچھ نہیں ہوا! دشمن تیر برسا رہے تھے۔ ایک بدبخت نے یہاں تک جرأت کی کہ قریب آکر تلوار سے ایسا وار کیا کہ تلوار خود پر پڑی اور اس سے چہرۂ مبارک پر خراش آگئی لیکن اس وقت بھی جاں نثاروں کے حلقہ میں گھرے ہوئے رحمت عالم کی زبان مبارک " رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون " اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں " کی صدائے لاہوتی سے تو زمزمہ سنج تھی لیکن دستِ اقدس کو کسی نے نہیں دیکھا کہ اس میں تلوار لہرائی ہو "

مہم کا آغاز بہرحال اب وقت آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مہم یعنی قریش کے کارواں تجارت سے تعرض (Inter ception) کو شروع کرنے کا عزم فرمالیا اس سلسلہ میں آپ نے مختلف اوقات میں مختلف دستے روانہ کئے جن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) سب سے پہلا دستہ جس میں خود آپ بھی تھے ماہ صفر ۲ھ میں وَدّان یا ابواء کے لئے روانہ ہوا۔ اسمیں کہیں قریش سے دوچار ہونے کا موقع نہیں ہوا۔ بنی ضمرۃ بن عبد مناۃ قبیلہ اس جگہ کے آس پاس ہی رہتا تھا۔ آپ نے اُن سے مصالحت کرلی جس کا ذکر گذر چکا ہے۔ اس کے بعد آپ واپس آگئے[۵]۔

ارباب سیر کا عام طریقہ ہے کہ ہر وہ مہم (Ex Pedition) جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوں اس کو غزوہ کہتے ہیں اس بنا پر انھوں نے اس کو بھی غزوۂ ودان یا غزوۂ ابواء کہا ہے حالاں کہ جب دشمن سے مڈبھیڑ بھی نہیں ہوئی تھی تو

---

[۵] ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴۱۔

اس پر غزوہ (جنگ) کے لفظ کا اطلاق اصطلاحاً ہی ہوسکتا ہے حقیقۃً نہیں۔

(۲) اس کے کچھ دنوں بعد آپ نے حضرت حمزہ بن ؓ کی سرکردگی میں تیس مہاجر کا ایک دستہ سمندر کے ساحل (سیف البحر) کی طرف عیص کے نواح میں بھیجا، اس دستہ کی مڈبھیڑ ابوجہل کے ساتھ ہوئی جو کفار مکہ کے تین سو سواروں کے ساتھ تھا۔ لیکن مجدی بن عمرو الجہنی نے بیچ میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کرادیا اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ ؎۵

(۳) انھیں دنوں میں آپ نے ایک اور دستہ حضرت عبیدۃ بن الحارث ؓ کی سرکردگی میں ساٹھ یا اسی مہاجرین کا بمقام ؎۶ ثنیہ جودرہ کی گھاٹی کے نشیب میں ایک جگہ کا نام ہے روانہ کیا، لیکن یہاں بھی کوئی جھڑپ نہیں ہوئی، البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص ایک تیر سے زخمی ہوگئے اور ادھر دو مسلمان جو مکہ میں پھنسے ہوئے تھے اور اس وقت ابوجہل کی جمعیت میں تھے وہ موقع پاکر مسلمانوں سے آملے۔ ان کے نام مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان ہیں۔

(۴) اسی سن کے ماہ ربیع الآخر (بعض روایات کے مطابق ربیع الاول) میں قریش کے قافلہ، تجارت کی جستجو میں جس کا امیر کارواں امیہ بن خلف تھا بمقام بواط (ینبع کے قریب جہینیہ کا ایک پہاڑ) تک دو سو مسلمانوں کا ایک دستہ لے کر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، لیکن اس میں بھی دشمن سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی اور واپس آگئے ارباب سیر نے اپنی عادت کے مطابق اسے بھی غزوہ کہا ہے۔

(۵) ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ سو یا

؎۵ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴۲ - ؎۶ عام مراجع میں مقام کا نام احیا رلکھا ہوا ہے لیکن ڈاکٹر شوقی ضیف نے لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے (کتاب الدرر والمغازی حاشیہ ص ۱۰۴)۔

بعض روایت کے مطابق دو سو مہاجرین کا ایک دستہ اسی مقصد کے ماتحت مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام عشیرہ تک تشریف لے گئے۔ بنو مدلج یہیں رہتے تھے۔ آپ نے ان سے معاہدہ کیا اور واپس آگئے۔ جنگ کی نوبت اس مرتبہ بھی نہیں آئی، حالانکہ ارباب سیر نے اسے بھی غزوہ شمار کیا ہے

(۶) انھیں دنوں میں کرز بن جابر الفہری جو بعد میں مسلمان ہو کر مدینہ آگئے تھے۔ انھوں نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کیا اور کچھ جانور لے بھاگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں حضرت سعد بن وقاص کو بیس مہاجرین کی معیت میں روانہ کیا، لیکن کرز بن جابر ہاتھ نہیں آیا اور حضرت سعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ مقام خرّار (مکہ اور مدینہ کے درمیان) ایک وادی تک جا کر واپس آگئے۔

(۷) اسی سلسلہ میں ارباب سیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ سے نکلے اور وادی سفوان تک گئے تھے، لیکن کرز آپ کے ہاتھ بھی نہیں آیا اور پہلو بچا کر نکل بھاگا اور آپ مدینہ واپس آگئے۔ ارباب سیر اسکو بھی غزوۂ بدر اولیٰ کہتے ہیں۔[۵]

ارباب سیر جو نام چاہیں دیں، لیکن آپ نے دیکھا کہ مذکورۂ بالا سات مہموں میں سے کسی مہم میں بھی نہ جنگ ہوتی ہے، نہ لوٹ مار ہوتی ہے اور نہ دشمن سے کوئی سابقہ (Engagement) ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیا فعل عبث تھا۔ جیسا کہ مولانا شبلی نے بطور طنز لکھا ہے (سیرت النبی ج ۱ حاشیہ ص ۳۱۲)

جواب یہ ہے کہ ہرگز ایسا نہیں تھا اور اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

---

[۵] اوپر جن مہموں کا ذکر ہوا ہے ان سب کا تذکرہ تمام ارباب سیر ابن ہشام ابن سعد، ابن حزم ابن سید الناس، طبری، ابن کثیر وغیرہم نے کیا ہے اور بعض بعض کی روایت صحیح بخاری اور مسند امام احمد بن حنبل میں بھی موجود ہے لیکن ہم نے اس موقع پر حافظ ابن عبدالبر کی مغازی خاص طور پر پیش نظر رکھی ہے۔

(۱) اگرچہ بنیادی طور پر مرکز توجہ قریش تھے لیکن اس سلسلے میں دوسرے کام بھی تو کرنے کے تھے، مذکورہ بالا مہموں کا تجزیہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمبر ا و ۵ میں بنو ضمرہ اور بنو مدلج سے معاہدہ کیا۔ اور یہ بجائے خود بہت اہم ہے۔ نمبر ۲ میں اگرچہ جنگ نہیں ہوئی لیکن ابو جہل اور دوسرے سرداران قریش کو یہ جتادیا کہ اب مسلمانوں کے دم خم کیا ہیں۔ جنگ کے نقطۂ نظر سے یہ بھی کوئی معمولی بات نہیں نمبر ۳ کا فائدہ یہ ہوا کہ مکہ میں پھنسے ہوئے دو مسلمان ادھر آگئے۔

(۲) نمبر ۴، ۶، اور ۷ میں اگرچہ کوئی واقعہ پیش نہیں آیا لیکن ان کا فائدہ یہ ضرور ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کو یہ تعلیم مل گئی کہ (الف) وہ قریش کے کاروان تجارت کی تاک میں رہیں اور جب کبھی ان کو اس کی کن بھن ملے وہ اس کو چیلنج کرنے کے لئے روانہ ہوں اور (ب) دوسری تعلیم یہ ملی کہ پورا مدینہ ایک حرم اور ایک مملکت ہے، اس بنا پر جو شخص اور جو گروہ بھی مدینہ کی چراگاہ یا اس کی کسی چیز پر دست درازی کرے گا وہ تادیب اور سرزنش کا مستحق ہوگا باقی

تہذیب کی تشکیل جدید

مؤلف مولانا محمد تقی امینی

اخلاق وعادات حسن ذوق وعمل قوموں کے اصول وقوانین اُن کی زندگی کے نصب العین وغیرہ یہ چیزیں ہیں جو تہذیب کے دائرے میں آتی ہیں۔ مغربی تہذیب دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے، ایک گروہ تو وہ ہے جو مشرق کو مغرب میں دراندازی کا موقع دینا نہیں چاہتا دوسرا گروہ وہ ہے جو تکوین و تشکیل کے ہر مرحلے میں مشرق ہی کو اثر انداز مانتا ہے اس افراط و تفریط کی وجہ قومی عصبیت صلیبی جنگیں مطالعہ و تحقیق کی کمی وغیرہ ہے۔ اس کتاب میں تشکیل جدید کے بنیادی خد وخال بیان کرنے کے ساتھ یہ کوشش کی گئی ہے کہ زندگی میں مغربی تہذیب کے اثرات کا کسی قدر تفصیلی ذکر ہو جائے تاکہ دونوں کے تقابلی مطالعے میں سہولت ہو مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کے لئے ایک محققانہ کتاب ہے کتاب کے مطالعے سے تہذیب کی تشکیل جدید کے تمام عنوانات روشن ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

مولانا احمد علی محدّث سہارنپوری

از جناب سید محبوب صاحب رضوی، دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا احمد علی محدثِ سہارنپوری اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم اور نامور محدّث تھے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا سیّد محمد علی مونگیری اور علامہ شبلی جیسے مشاہیر اور یگانۂ روزگار علماء ان کے حلقۂ تلمذ میں داخل تھے۔

ولادت اور نسب ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں سہارن پور کے انصاری خاندان میں پیدا ہوئے، ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ مولانا احمد علی بن شیخ لطف اللہ بن شیخ محمد جمیل بن شیخ محمد خلیل بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن شیخ بدرالدین بن شیخ صدرالدین بن شیخ الاسلام ابوسعید انصاری۔

تعلیم اوائل عمر میں تعلیم کا شوق نہ تھا، ۱۸ سال کی عمر میں تحصیل علم پر متوجہ ہوئے، اور میرٹھ میں قرآن شریف حفظ کیا، پھر سہارنپور میں مولانا سعادت علی سہارنپوری سے کچھ کتابیں پڑھیں، آخر میں دہلی پہنچ کر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مملوک نانوتوی (وفات ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ صحیح بخاری کا اکثر حصہ شیخ وجیہ الدین صدیقی سے سہارن پور میں پڑھا، شیخ وجیہ الدین، مولانا عبدالحیٰ کے واسطے سے شاہ عبدالقادر دہلوی کے سلسلۂ سند واجازت میں شامل تھے، کتب حدیث کی

لہ ۱۲۴۱ھ میں بعہد غیاث الدین تغلق ایک بزرگ شاہ ہارون چشتی کے قیام سے سہارنپور کی آبادی کا آغاز ہوا، چنانچہ ابتدا میں شاہ ہارون پور کے نام سے موسوم رہا، پھر رفتہ رفتہ کثرتِ استعمال سے سہارنپور ہوگیا شہر پرزیب" اس کا تاریخی نام ہے، سہارنپور اتر پردیش کا شمالی مغربی ضلع اور نادرن ریلوے کا جنکشن ہے (تاریخ دیوبند ص ۱۳)

تکمیل ۱۲۶۱ھ؁ ۱۸۴۵ء میں مکہ مکرمہ میں حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ کی خدمت بابرکت میں رہ کر کی ان کے حدیث پڑھنے کا طریقہ یہ تھا کہ فجر کی نماز کے بعد سے ظہر تک حرم شریف میں بیٹھ کر احادیث کی نقل کرتے اور ظہر سے عصر تک نقل کی ہوئی احادیث حضرت شاہ صاحبؒ سے پڑھتے تھے۔ حدیث کی تمام کتابیں اسی طرح سے پڑھیں' ان کا خط نہایت پاکیزہ تھا، ابوداؤد کا ایک مکمل نسخہ جو محدثِ سہارنپوری کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا' مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے پاس موجود تھا، بذل المجہود کی تالیف کے دوران یہی نسخہ مؤلف کے سامنے رہا ہے[۱]

صحیح بخاری کا جو نسخہ تصحیح کے بعد محدثِ سہارنپوریؒ نے شایع کیا تھا اس کے مقدمہ میں اپنی تعلیم کی نسبت لکھا ہے:۔

"عبد ضعیف خادم حدیثِ نبوی احمد علی بحیثیت وطنیت سہارنپوری اور بحیثیت تلمذ اسحاقی ہے، صحیح بخاری کا اکثر حصہ میں نے شیخ وجیہ الدین محسنی صدیقی سہارنپوری سے سہارنپور میں پڑھا' ان کو صحیح بخاری کی اجازت مولانا عبدالحیؒ سے اور انہیں مولانا عبدالقادرؒ سے اور انہیں اپنے بھائی شاہ عبدالعزیزؒ سے اور انہیں اپنے والد شاہ ولی اللہؒ سے حاصل ہے۔ پھر میں نے دوبارہ شاہ محمد اسحٰقؒ سے مکہ مکرمہ میں پڑھا ہے[۲]"

مطبع احمدی دہلی

مشہور روایت یہ ہے کہ محدثِ سہارنپوریؒ نے ۱۲۶۲ھ؁ ۱۸۴۵ء میں حجاز سے واپس آکر دہلی میں مطبع احمدی کے نام سے ایک پریس جاری کیا اس

---

[۱] تاریخ مظاہر مؤلفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ص ۴۰، ۴۱ و اوجز المسالک جلد اول ص ۵۴ مطبوعہ مکتبہ یحیوی سہارنپور

[۲] مقدمہ صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ اصح المطابع دہلی،